www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل

فکر و نظر

شرعی نقطہ نظر سے خاندانی منصوبہ بندی

سیکولرزم انسانی زندگی کو چھ حصوں میں تقسیم کرتا ہے (۱) افکار و نظریات (۲) پوجا پاٹ (۳) رسوم و رواج (۴) معاشرت (۵) معیشت (۶) سیاست۔ پہلے تین حصوں میں وہ مذہبی آزادی کا قائل ہے۔ جبکہ بقیہ تین حصوں: معاشرت، معیشت اور سیاست میں وہ انسانیت کے نام پر سختی سے الہامی ہدایات کو مسترد کرنے پر زور دیتا ہے۔ اس وقت عالمی سطح پر اسلام اور سیکولرزم کی فکری کشمکش چل رہی ہے، چونکہ زیادہ تر رسوم و رواج کا تعلق خاندان سے ہے جو معاشرت کی بنیاد ہے، لہٰذا یہ مرحلہ سیکولرزم اور اسلام کے درمیان پل بن گیا ہے، جس نے یہ پل پار کرلیا وہ جنگ جیت گیا۔ خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ درحقیقت زیادہ تر فقہی نہیں ہے بلکہ عائلی تصورات کے نام پر اسلامی عقائد پر حملہ ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی مفکرین اس کی مخالفت میں شدت اختیار کرتے ہیں لیکن اس کے بالمقابل سیکولرزم اسے چند فقہی مجبوریوں کی صورت میں سامنے لاتا ہے، جو عورت کی صحت و آسائش کو بسااوقات پیش آسکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی طرز عمل کی روح اسلامی عقائد ہی ہوتے ہیں، اسی بناء پر اسلام کا فقہی رجحان ہر اس صورت میں اس طرز عمل کی حوصلہ شکنی ہے جس کی زد اللہ کی رزاقی اور توکل پر پڑتی ہو یا انسان کی موت و حیات سے متعلق ہو کہ اس میں تدبیر پر تقدیر کی بالادستی مسلمہ اسلامی عقیدہ ہے۔

ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل جو وفاقی شرعی عدالت کے ذریعہ پاکستان میں اسلامائزیشن کے کام میں کئی بڑی کامیابیاں حاصل کرچکے ہیں، اس سلسلہ میں حکومت کے اقدامات پر بندشیں لگانے میں کوشاں ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ مجبوری ہے کہ وہ اسے وفاقی شرعی عدالت میں ایک عملی مسئلہ (فقہ) کی صورت میں ہی پیش کرسکتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے اس بارے میں جو درخواست وفاقی شرعی عدالت میں دائر کر رکھی تھی، اس کو بہانہ بنا کر ڈاکٹر رشید جالندھری نے قومی اخبارات کے ذریعے قاہرہ کانفرنس اور اس میں وزیراعظم کی شرکت کی حمایت کی راہ نکالنے کی کوشش کی۔

اس پس منظر میں ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل کی وضاحتیں ہدیۂ قارئین ہیں... (محدث)

اس موضوع پر روزنامہ جنگ (۳۔ ستمبر) کے صفحات میں اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر رشید جالندھری نے پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں راقم الحروف کی جانب سے ضبط ولادت کے خلاف دائر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردہ درخواست پر جو آراء ظاہر کی ہیں، وہ محل نظر ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے علامہ اقبال مرحوم سے منسوب ایک تحریر اپنے حق میں پیش کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں :

"جو میں نے رائے دی ہے وہ ماہر شریعت کی حیثیت سے نہیں محض اپنے علم اور مطالعہ کی بنا پر دی ہے"۔

گویا انہیں اپنی ذاتی رائے کو شرعی نقطۂ نظر بتانے پر اصرار نہیں تھا، لیکن فاضل مضمون نگار نے اسے زبردستی شرعی معنی پہنانے اور ان کی شخصیت کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس مسئلہ پر سرکاری پالیسی کے حق میں درباری علماء کا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کی حمایت کی ہے۔ لیکن اس کے حق میں وہ چند سطحی دلائل کے علاوہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہ کر سکے۔

وفاقی شرعی عدالت میں راقم الحروف نے ان صدارتی احکامات کو چیلنج کیا تھا جن کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی کے لئے ایک ڈویژن کا قیام عمل میں آیا اور اس کے بعد اسے وزارت بہبود آبادی کا نام دیا گیا۔ درخواست میں معاشی وسائل کی کمی کی بنا پر ضبط ولادت کرنے اور بچوں کی نسل کشی کے خلاف آیات قرآنی پیش کی گئیں۔ ان میں سے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۳۱ کا انگریزی ترجمہ اسقاط حمل کی مخالفت میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی آبادی اور وسائل کی قاہرہ کانفرنس میں پیش کیا۔ حالانکہ خود وزارت بہبود آبادی کے مراکز اور پرائیویٹ اداروں میں نہ صرف اسقاط حمل بلکہ نس بندی (Sterilization) اور نل بندی (Tubal Ligation) بھی کی جاتی ہے جس نے ایک منافع بخش کاروبار کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ درخواست میں ضبط ولادت پر بے دریغ اخراجات کرنے کی بجائے یہ رقم وسائل کی تلاش کے لئے صرف کرنے پر زور دیا گیا اور تائید میں یہ آیات پیش کی گئیں :

"کوئی ایسی شے نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں"۔ (الحجر:۲۱)

"اللہ کے ہاں رزق تلاش کرو"۔ (العنکبوت : ۱۷)

سائنسی عروج کے اس دور میں جبکہ سمندروں میں کاشتکاری اور آبی حیات سے غذائی اجزاء کی تیاری آسان ہو گئی ہے، خوراک کی نئی اقسام کی دریافت اور پیداوار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ خوراک کے بعد تعلیم، رہائش، علاج اور دیگر ضروریات زندگی دنیا بھر میں ماضی کی نسبت اب بہتر انداز میں پوری کی جا رہی ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اگر ہمارے ادارے اور حکومتیں اس پہلو پر زور دیں تو وہ مذکورہ مقاصد حاصل نہ کر سکیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کی بجائے وسائل کی بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔ نظام میں موجودہ خرابیوں کا ازالہ کیا جائے۔ قومی خزانے کی لوٹ کھسوٹ بند کر کے غیر ضروری اخراجات پر پابندی لگائی جائے۔ نظام معیشت سے سود کا خاتمہ کیا جائے۔ انفراسٹرکچر کا فقدان دور کیا جائے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل کی منصفانہ تقسیم عمل میں لائی جائے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶ میں مال و اولاد اور کثرت عددی کو اللہ تعالیٰ کا انعام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن تنقید نگار نے اسے ایک وقتی ضرورت سے تعبیر کیا ہے۔ جس کی اہمیت بعد میں ختم ہوگئی تھی۔ یہاں انہوں نے دیگر دو مواقع پر نازل ہونے والی آیات کو نظرانداز کردیا جو مندرجہ ذیل ہیں:

"اس نے چوپایوں اور اولاد کی بخشش کے ذریعہ تمہاری مدد کی"۔ (شعراء: ۱۳۳)

"وہ اموال اور اولاد عطا کر کے تمہاری مدد فرمائے گا"۔ (نوح: ۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح سے احکامات خداوندی پر عمل کرنے کی جزا کے طور پر انہیں مال و اولاد کی کثرت عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ان کے انکار کے سبب نافرمانی کی سزا کے طور پر انہیں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ بہ الفاظ دیگر ان کی "فیملی پلاننگ" کر کے انہیں رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بنا دیا۔ یہ واقعہ اللہ کے عذاب کی ایک مثال تھا۔ جب فرعون نے بنی اسرائیل کے لئے عذاب بن کر ان کے بچوں کو قتل کر کے اور بچیوں کو زندہ رکھ کر اپنی دانست میں ان کی خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام بنایا تو اللہ نے انہیں اس عذاب سے نجات دلانے کی خاطر اپنی نعمت کے طور پر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو ان کی مدد کے لئے مبعوث فرمایا۔ آج بھی کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور افریقی ممالک میں نسلی تطہیر (Ethnic Cleansing) عالم اسلام کے خلاف ایک فرعونی حربہ کے طور پر کی جارہی ہے۔ خود اسلامی ممالک میں خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر نسل کشی کا آغاز ہو چکا ہے، اس طرح عالم اسلام سے پرانی صلیبی جنگوں میں ناکامی کا بدلہ لیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک کی آبادی کم کرنے پر آنے والے اخراجات کا بڑا حصہ مغربی حکومتیں اور ادارے ادا کرتے ہیں۔ جہاں تک مال اور اولاد کو آزمائش قرار دیئے جانے کا تعلق ہے، اس کا مقصد اہل ایمان کو ان کی بے جا محبت میں مبتلا ہو کر اسلام کی دعوت، اور احکامات الٰہی کے نفاذ کی راہ میں کوتاہی سے روکنا ہے۔ اسے ضبط ولادت کی حمایت میں پیش کرنا قرین انصاف نہیں ہے۔

اسقاط حمل کو قتل اولاد سے تشبیہ دے کر حقیقت کا اعتراف کر لیا گیا ہے۔ لیکن عملی طور پر اسقاط کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حاملہ کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع کرنا قتل اولاد کے مترادف ہے تو کیا اس سے قبل ابتدائی مراحل میں موجود نسل انسانی کے انقطاع کا عمل قابل معافی ہے؟

عورت کے بیضہ یا مرد کے مادۂ تولید کے سوتوں کو خشک کرنے، ان کا راستہ بند کرنے یا ان کے ملاپ سے وجود میں آنے والے جنین کا قتل مختلف نہیں ہے۔ سائنس نے ایسے جدید طریقے دریافت کر لئے ہیں جن پر عمل کرنے سے حمل قرار نہیں پا سکتا۔ لہٰذا کوشش جاری ہے کہ معاملہ پہلے ہی کنٹرول کر لیا جائے تاکہ اسقاط حمل کی نوبت ہی نہ آئے اور خاندانی منصوبہ بندی کے بزرجمہر قتل اولاد کے الزام سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچ سکیں۔ قاہرہ کانفرنس میں امریکی نائب صدر "الگور" کی تقریر میں بھی اس حکمت عملی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اس خطرناک رجحان کا سدباب نہ کیا گیا تو عاقبت نااندیشی کے ہاتھوں پوری نسل انسانی کا مستقبل معدوم ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کرنے کی سزا، قتل کی دیت کے برابر رکھی ہے۔ شیخ عالیش مکی فرماتے ہیں :

"شریعت اسلامیہ میں، اگر کوئی مرد یا عورت کی قوت نسل و حمل ختم کر دے تو اس پر دیت واجب ہو جاتی ہے۔ اسلام جرم قتل اور قوت پیدائش ضائع کرنے کے درمیان فرق نہیں کرتا"۔ (فتح العلی للمالک : ص ۱۹۰ ج ۲)

شیخ عبدالرحمٰن الجزیری فرماتے ہیں :

"عورت یا مرد کی حمل کی قوت ضائع کرنے پر نسل کے فوات ہونے کی وجہ سے دیت واجب ہوتی ہے"۔ (الفقہ علی المذاھب الاربعہ : ص ۳۴۱، ج ۵)

علامہ علاء الدین کاسانی فرماتے ہیں :

"کان، آنکھ، زبان اور قوت اولاد و حمل ختم کرنے پر دیت واجب ہوتی ہے"۔ (بدائع الصنائع : ص ۴۳۷، ج ۱۰)

علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص بذات خود اپنی قوت کا خاتمہ اور انقطاع کروائے، وہ بھی جرم خودکشی کی طرح سزا کا مستحق ہے۔ نسل انسانی کو اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کے لئے ان سزاؤں کا نفاذ ازحد ضروری ہے۔

یہ بات طے ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسان ایک ہی جان حضرت آدم کی اولاد ہوں گے اور یہ کہ ان کے جسم میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسان کا جوہر اصلی موجود تھا۔ سورۃ طارق کی آیات ۵-۷ میں فرمایا گیا ہے :

"انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا۔ وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے"۔

اس مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر سورہ اعراف کی آیت ۱۷۲ کا مطالعہ کیا جائے جس میں "پیمان الست" کا ذکر ہے تو یہ نکتہ مزید واضح ہو جاتا ہے :

"اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور انہیں خود ان کے نفوس پر گواہ ٹھہراتے ہوئے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے۔ یہ اقرار اس لئے کرایا تھا تاکہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہ تھی!"

گویا انسان کے صلب میں موجود انسانی روحوں کا انقطاع، اور ان کے معرض وجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آنے کا فطری راستہ روکنا خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، انسانیت کی ہلاکت کے جرم سے کم نہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی کے حامیوں کو قرآن کریم سے کوئی دلیل اپنے حق میں نہیں ملتی للذا وہ ذخیرۂ احادیث پر طبع آزمائی شروع کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ تختہ مشق عزل (Coitius Interruptus) کے بارے میں ملنے والی روایات کو بنایا گیا ہے۔ عزل کا رواج زمانہ جاہلیت میں تھا۔ یہ طریقہ دور جہالت میں لونڈیوں کے ساتھ اختیار کیا جاتا تھا تاکہ وہ "ام ولد" نہ بن جائیں اور پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق اور وراثت کے مسائل پیدا نہ ہوں۔ جبکہ آزاد عورت کی صورت میں اس کے حقوق کی فوقیت مد نظر رکھتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کیا جاتا تھا۔ آج کل عزل کی جگہ کنڈوم نے لے لی ہے۔ اسلام نے جس طرح بتدریج غلامی کا خاتمہ کر دیا اسی طرح عزل کا طریق کار بھی ترک کر دیا گیا۔ متعدد احادیث میں بالواسطہ طور پر عزل سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ "جس جان نے قیامت تک پیدا ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی"۔ جبکہ مندرجہ ذیل حدیث میں عزل کرنے سے سختی سے منع فرمادیا گیا ہے۔

> حضرت جذامہ رضی اللہ عنہا بنت وھب سے روایت ہے کہ "لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عزل کا حکم دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ طریقے سے قتل کرنے یا زندہ گاڑنے کے مترادف ہے۔ اور یہ خصلت اس قرآنی آیت کے زمرہ میں شامل ہے کہ زندہ درگور کی جانے والی جان سے سوال کیا جائے گا"۔
> (صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح : باب المباشرہ)

عزل کی ممانعت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ البقرہ آیت ۱۸۷ میں اپنی بیویوں کے ساتھ اختلاط کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿ وابتغوا ما کتب اللہ لکم ﴾

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نصیب میں جو لکھ دیا ہے، اسے تلاش کرو"

گویا ازدواجی زندگی صرف حصول لذت کے لئے نہیں بلکہ بقائے نسل انسانی کے لئے ہے، جو اصل منشائے ایزدی ہے۔ "وابتغوا" سے صاف اشارہ نکل رہا ہے کہ اس سے افزائش نسل مراد ہے نہ کہ عزل۔ علامہ زمخشری نے الکشاف میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے "قیل ھو نھی عن العزل" یعنی یہ آیت عزل کی ممانعت کا حکم رکھتی ہے۔ بیضاوی نے بھی اس آیت کو عزل کے ناجائز ہونے کی دلیل بنایا ہے۔

ایک اور آیت جس میں عورتوں کو کھیتی قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا "نسائکم حرث لکم" (البقرہ: ۲۲۳) کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عورتوں کے لئے کھیتی کے استعارے میں ایک سیدھا سادا پہلو تو یہ ہے کہ جس طرح کھیتی کے لئے قدرت کا بنایا ہوا یہ ضابطہ ہے کہ تخم ریزی ٹھیک موسم میں مناسب وقت پر کی جاتی ہے، نیز بیج کھیت ہی میں ڈالے جاتے ہیں کھیت سے باہر نہیں پھینکے جاتے، کوئی کسان اس ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کرتا"۔

ایک اور آیت ﴿ ولا تقتلوا اولادکم من املاق ﴾ "اپنی اولاد کو رزق کے اندیشہ سے قتل نہ کرو (الانعام: ۱۵۲) کی تفسیر میں علامہ قرطبی "احکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

"اس سے عزل کی ممانعت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ زندہ درگور کرنے سے موجودہ اولاد بھی ختم ہو جاتی ہے اور آئندہ آنے والی نسل کا راستہ بھی مسدود ہو جاتا ہے۔ اور عزل آئندہ آنے والی نسل کو روکنے کی ایک شکل ہے، لہٰذا دونوں صورتیں ایک طرح کی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ کسی جان کا قتل کبیرہ گناہ ہے، جبکہ یہ قبیح ترین فعل ہے"۔

مولانا وحید الدین خاں تفسیر "تذکیر القرآن میں اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"انسان اپنے حرص اور ظلم کی وجہ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے رزق کو تمام بندوں تک منصفانہ طور پر پہنچنے نہیں دیتا۔ اور جب اس کی وجہ سے قلت کے مصنوعی مسائل پیدا ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کھانے والوں کو قتل کردو یا پیدا ہونے والوں کو پیدا نہ ہونے دو۔ اس قسم کی باتیں خدا کے نظام رزق پر بہتان کے ہم معنی ہیں"۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھا:

یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانے سے آج تک مختلف ادوار میں ضبط ولادت کی تحریک اٹھتی رہتی ہے۔ افلاس کا خوف، قدیم زمانے میں قتل اطفال اور اسقاط حمل کا محرک ہوا کرتا تھا اور آج وہ ایک تیسری تدبیر، یعنی منع حمل کی طرف دنیا کو دھکیلا رہا ہے۔ لیکن منشور اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مسائل میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جس سے اللہ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہوا کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس اللہ کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے، اتنے ہی بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خدا کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں ہیں"۔

رزق کی بہم رسانی اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے ساتھ مختص ہے۔ جبکہ بارہا مقتدر افراد نے اسے اپنا کمال بتا کر اللہ تعالیٰ کو اس کے درجۂ ربوبیت سے معزول کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح وہ خدا کی صفت رزاقیت میں شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿ وان من شي الا عندنا خزائنه ﴾

"کوئی شے ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں"۔ (الحجر: ۲۱)

﴿ ماعندكم ينفد وماعند الله باق ﴾

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے"۔ (النحل: ۹۶)

﴿ ومامن دابة في الارض الا على الله رزقها ﴾

"زمین میں کوئی جانور ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو"۔ (ھود: ۶)

مندرجہ بالا آیت میں پیٹ کے پجاریوں اور فلسفہ زندگی کی بنیاد شکم پر رکھنے والے دانشوروں کو شرم دلائی گئی ہے کہ انسان تو انسان، جانور بھی خدا کی نعمتوں سے محروم نہیں ہیں۔ لیکن ایمان کی کمی انہیں ان یقین دہانیوں پر باور کرنے سے روکتی ہے۔ کیونکہ دوسری طرف "شیطان" انہیں مفلسی سے ڈراتا اور انہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ وسائل کی از سر نو منصوبہ بندی پر زور دیتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی رقمطراز ہیں:

"خاندانی منصوبہ بندی کی خالص احمقانہ تحریک نے بھی ہماری معیشت کو نقصان پہنچایا ہے۔ تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں اس تحریک کے فروغ کے لئے ۲۸۴ ملین روپیہ کی رقم مخصوص کی گئی ہے (جبکہ سماجی بہبود کے لئے مخصوص کی جانے والی رقم کل ۱۲۵ ملین ہے)۔

یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی شرعی، عقلی، سماجی اور معاشی غرض ہر اعتبار سے پاکستانی عوام کے لئے ناقابل قبول ہے۔ اس صورت میں قومی دولت کا اتنا بڑا حصہ اس پر صرف کرنے کی بجائے زراعت کی ترقی اور کاشتکاروں کی پیداواری قوت بڑھانے پر صرف کیا جائے"۔ (عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ ص ۱۵۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر کولن کلارک نے "پاکستان کے کچھ معاشی مسائل پر عمومی تبصرہ" کے عنوان سے لکھا ہے:

"کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاشی وجوہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ آبادی کے اضافہ کی رفتار کو کم کیا جائے یا یہ کہ ایک جامد اور محدود آبادی اصل مطلوب ہے۔ مجھے ان میں سے کسی تجویز سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے خیال میں معاشی مفکرین کا کام یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ معیشت کو آبادی کی ضرورتوں کے مطابق کیونکر ڈھالا جائے، نہ یہ کہ آبادی کو معیشت کے مطابق کس طرح تراشا خراشا جائے۔ والدین اپنے ضمیر اور اپنی پسند کے مطابق بچے پیدا کرتے ہیں اور انہیں مستقبل میں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ کسی معاشی مفکر کو خواہ وہ کتنا ہی عالم و فاضل کیوں نہ ہو، اور کسی وزیراعظم کو خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، یہ حق نہیں ہے کہ وہ والدین سے یہ کہے کہ ایسا کرو۔ ہرگز نہیں، بلکہ سارے حقوق دوسرے ہی پلڑے میں ہیں۔ ہر باپ کو ضرور یہ حق حاصل ہے کہ وہ ماہرین معیشت اور وزرائے اعظم سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ معیشت کو اس طرح منظم کریں کہ تمام لوگوں کو ان کی بنیادی ضروریات فراہم ہو جائیں"۔ (کولن کلارک رپورٹ: ص ۲)

ضبط ولادت کی تحریک کے پس پردہ عالمی سیاست کے مخصوص عوامل کارفرما ہیں۔ یورپ میں جب اس کا آغاز ہوا تو جلد ہی منفی نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے اور معاشرتی نظام میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں تو اقبال ؒ کو کہنا پڑا

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بے کار و زن تہی آغوش!

چنانچہ جنگ عظیم دوم کے دوران اتحادیوں نے جون ۱۹۴۰ کو ہزیمت کے بعد اقرار کر لیا کہ یہ ان کی نفس پرستیوں اور شرح پیدائش میں کمی کا نتیجہ ہے۔ خود مارشل پتیاں نے شکست کا ایک بنیادی سبب قلت اطفال (Too few children) کو قرار دیا۔ برطانوی وزیراعظم چرچل کے صاحبزادے اینڈولف چرچل نے کہا: "میں نہیں سمجھتا کہ ہماری قوم بالعموم اس خطرے سے آگاہ ہو چکی ہے کہ اگر وہاں شرح پیدائش اسی طرح گرتی رہی تو ایک صدی کے اندر جزائر برطانیہ دنیا میں ایک بڑی طاقت نہ رہ سکے گا"

(بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت۔ ص ۸)

اس تناظر میں اگر پاکستان کی دفاعی صورت حال کو مدنظر رکھا جائے جسے اپنے خطہ میں اپنے سے چھ گنا بڑے دشمن کا سامنا ہے تو اصل خطرے کا احساس کرتے ہوئے تحدید نسل کے حامیوں کو اپنی غلطی کا اعتراف کرلینا چاہئے۔ مشہور فلسفی اور مفکر آرنلڈ ٹوائن بی نے تحدید نسل پر اظہار تشویش کرتے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ

اس طرح ہنرمند کاریگروں، متوسط اور اعلیٰ خاندانوں کی تعداد میں کمی ہو رہی ہے جبکہ غریب، کند ذہن اور جمود زدہ طبقات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس طرح طبقاتی عدم توازن اور مصنوعی بانجھ پن پیدا ہو رہا ہے۔ مغرب میں شرح پیدائش میں کمی کے باعث بوڑھوں کی تعداد میں اضافہ سے سفید بالوں والا معاشرہ (Grey People Society) وجود میں آ رہا ہے جو نوجوانوں کے معاشرہ کی نسبت کم پیداآور ہوتا ہے۔ طلاق کی کثرت ہے کیونکہ لاولد شادیوں میں وقت گذرنے کے ساتھ بدمزگی اور بے کیفی پیدا ہو جاتی ہے، گویا کہ وہ اپنے سفر کے اختتام تک پہنچ گئے ہیں۔ طلاق حاصل کرنے والے جوڑوں میں دو تہائی بے اولاد ہوتے ہیں۔ عورت کے زندگی پر اس کے زیادہ برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی ماں بننے کی خواہش کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے اعصابی اور جسمانی نظام میں منفی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ "صرف دو بچے" کا نعرہ انتہائی گمراہ کن ہے۔ میاں بیوی دو بچے پیدا کر کے صرف اپنا متبادل چھوڑتے ہیں، نسل کو آگے بڑھانے کے لئے معاشرہ کو کچھ نہیں دیتے"۔

ڈاکٹر فریڈرک کے بقول :

"ایسی آبادی کے لئے، جس میں دو بچوں کا رواج ہو، یا جس میں بالآخر ہر شادی پر دو بچے زندہ رہیں، نیست و نابود ہو جانا مقدر ہے۔ مثال کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ ایک ہزار افراد جن میں دو بچوں کا رواج ہو پہلے تیس سال کے بعد صرف ۶۳۱ رہ جائیں گے۔ ۶۰ سال کے بعد ۳۸۶ اور ڈیڑھ سو برس کے بعد صرف ۹۲ رہ جائیں گے"

(بحوالہ میرج اینڈ فیملی : ص ۲۳۹)

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے مجلّہ فکر و نظر جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۰ء کے مطابق کینیڈا میں ایک جوڑے کی طبعی عمر کے دوران اوسطاً (107) بچے پیدا ہو رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک نسل کے دوران اوسطاً ۳۰ افراد کی کمی واقع ہونے سے سالانہ ساٹھ ہزار افراد کم ہو رہے ہیں۔ یہ کمی فی الحال دیگر ممالک سے ہونے والی نقل مکانی کے ذریعہ پوری کی جاتی ہے۔ اہل مغرب نے طویلے کی بلا بندر کے سر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس کے لئے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کا انتخاب کیا ہے۔ ڈارون کے فلسفہ ارتقاء کو بنیاد بنا کر "تنازع للبقاء" (Struggle for Existence) کی جدوجہد میں یورپ کی بزعم خود بالاتر اقوام، غیر ترقی یافتہ اقوام کا خاتمہ چاہتی ہیں اور اپنے آپ کو "بقائے اصلح" (Survival of the fifttest) کا مستحق سمجھتے ہوئے نام نہاد ارتقائی مراحل تنہا طے کرنا چاہتی ہیں۔

اس بات کا ذکر میک کارمک نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں کیا ہے :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے لئے اس بات میں ایک فطری پسندیدگی ہے کہ کم ترقی یافتہ ممالک میں انسانوں کی تعداد کم ہو جائے اور یہ اس لئے ہے کہ وہ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد میں اپنے اعلیٰ معیار زندگی اور پھر خود اپنی سلامتی کے لئے مستقل خطرہ دیکھتے ہیں ---- یہ ایک نئی قسم کا سامراج ہے جس کا مقصد غیر ترقی یافتہ اقوام کو پست تر کرنا ہے۔ خصوصیت سے سیاہ فام نسلوں کو تاکہ سفید فاموں کی بالادستی قائم رہے"۔ (پیپل، پیس، فوڈ: ص ۷۷-۷۸)

اس کے مقابلہ میں اسلام دنیا کو کالے اور گورے، امیر اور غریب کی تفریق سے نکال کر امن کا گہوارہ بنانا اور خدا پرست معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے امت مسلمہ کی تعداد اور کثرت میں اضافہ ایک منطقی ضرورت ہے۔ نبی کرم ﷺ کا فرمان ہے:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ

"زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو تاکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی وجہ سے تمام امتوں میں زیادہ تعداد والا ہو سکوں

(احمد و ابن حبان، بلوغ المرام)

دور حاضر میں انسانیت کے مستقبل اور بقا کی یہ جنگ اسلام اور کفر کے معرکہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کے بقول:

"دشمنان اسلام بظاہر خوبصورت ناموں اور پردوں میں چھپا کر ضبط ولادت کا پروگرام مختلف حیلوں اور بہانوں سے امت مسلمہ پر نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کی قوت کمزور اور شان و شوکت ماند پڑ جائے۔ تحدید نسل کے ان پروگراموں کو مختلف نام دیئے گئے ہیں مثلاً خاندانی منصوبہ بندی، بہبود آبادی، منظم، والدیت، منظم امومت وغیرہ سب ایک ہی شے کے مختلف نام ہیں"۔ (تنظیم النسل، ریاض: ص ۷)

پاکستان میں سرکاری طور پر جب اس محکمہ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کا نام "خاندانی منصوبہ بندی ڈویژن" رکھا گیا۔ اس کا نوٹس لیتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک جامع رپورٹ شائع کی جس کا پیش لفظ اس کے دو چیئرمینوں جسٹس ریٹائرڈ تنزیل الرحمن اور جسٹس ریٹائرڈ محمد حلیم نے لکھا۔ رپورٹ میں کونسل کی حتمی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا گیا:

"ضبط تولید کا جسے خاندانی منصوبہ بندی (اور اب آبادی کی منصوبہ بندی) کہا جاتا ہے ریاست کی باقاعدہ پالیسی کے طور پر اپنانا اسلامی شریعت کی روح کے خلاف ہے۔ ضبط تولید کی وجہ سے معاشرہ اعتقادی ارتداد، بے حیائی، قومی سطح پر جنسی بے راہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روی، ملکی دفاع اور اقتصادی ترقی کے لئے درکار افرادی قوت میں کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نیز اس سے نفسیاتی و اعصابی تناؤ کے سبب بسا اوقات ماؤں اور بچوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ کونسل نے اس دلیل کو رد کرتے ہوئے کہ آبادی میں اضافہ سے قومی وسائل کم پڑ جائیں گے، رائے ظاہر کی کہ یہ دلیل اعداد و شمار کی رو سے غلط ثابت ہو چکی ہے۔ لیکن مغرب کے پروپیگنڈہ باز اپنی بدنیتی کے باعث اسے تیسری دنیا کے ممالک و اقوام کے سامنے برابر پیش کئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا کونسل سفارش کرتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو حکومتی سطح پر ترک کیا جائے"۔ (رپورٹ خاندانی منصوبہ بندی : ص ۸۱)

طبی عذر کی بنا پر انفرادی استثناء کے علاوہ ضبط ولادت کو ایک تحریک کی شکل میں رواج دینا معاشرتی فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں مفسدین کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ "اللہ کی تخلیق میں تبدیلیاں پیدا کریں گے" یہ پیشین گوئی اس تحریک پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ مانع حمل طریقوں کے طبی نقصانات کی فہرست بہت طویل ہے جس سے استعمال کنندگان کو اکثر بے خبر رکھا جاتا ہے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے مردوں کے جسمانی نظام میں برہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ مردانہ کمزوری یا نامردی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ عورتوں میں بدمزاجی، چڑچڑاپن اور دیگر اعصابی تکالیف پیدا ہو جاتی ہے جن سے زوجین کے آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ افسردگی، اشتعال انگیزی، بے خوابی، دوران خون کی کمی، ایام ماہواری کی بے قاعدگی، چہرہ کی بے رونقی، سینے کی نامکمل نشوونما غدودوں اور ہارمون کے نظام میں خرابی اور مصنوعی ہارمون کے استعمال سے کینسر لاحق ہونے کے امکانات موجود رہتے ہیں۔

اتنے نقصانات کے باوجود لادینیت اور سیکولرازم کے پرچارک اس بات پر مصر ہیں کہ اسلام کو صرف نظریہ، عبادات اور رسومات کی حد تک مانا جائے۔ لیکن معاشرت معیشت اور سیاست میں اس کے عمل دخل کی اجازت نہ دی جائے۔ ایسے ہی انسانوں کے بارے میں حکم ربی ہے :

"اور جب وہ صاحب اختیار ہوا تو اس نے زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتی اور نسل کو ہلاک کرنے کی تدبیریں شروع کر دیں"۔ (البقرہ : ۲۰۵)

جنگ، آلام، آفات سماوی و ارضی سے ہونے والی تباہی اور ہلاکت، انسانی آبادی کو خود بخود کنٹرول کرتی ہے۔ ذرائع ابلاغ سے کی جانے والی تشہیری مہم سے بے حیائی، فحاشی، اخلاقی بے راہ روی، زنا اور بدکاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا ضبط ولادت کی تحریک کا فی الفور خاتمہ ہی انسانیت کے بہترین مفاد میں ہے۔ ——— ☆

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ